مستورات سے خطاب
(۱۹۴۱ء)

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مستورات سے خطاب

(تقریر فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۱ء برموقع جلسہ سالانہ قادیان)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے حسب ذیل آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کی:-

وَ اُدۡخِلَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ ؕ تَحِیَّتُہُمۡ فِیۡہَا سَلٰمٌ ۝ اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصۡلُہَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُہَا فِی السَّمَآءِ ۝ تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَہَا کُلَّ حِیۡنٍۭ بِاِذۡنِ رَبِّہَا ۔ وَیَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ۝[1]

اس کے بعد فرمایا:-

پہلے تو میں اس امر کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے خیال میں عورتوں کے جلسہ میں میری تقریر اب کچھ زائد سی چیز ہوگئی ہے اس لئے کہ پہلے عورتوں کا جلسہ الگ ہوتا تھا اور مردوں کا الگ مگر اب جو تقریریں میری مردوں میں ہوتی ہیں وہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ عورتیں بھی سن لیتی ہیں اس لئے عورتوں میں علیحدہ تقریر کی بظاہر کوئی خاص ضرورت نظر نہیں آتی ۔ بے شک بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جن کی طرف عورتوں کو متوجہ کرنا ضروری ہوتا ہے مگر اس کے لئے ہر سال علیحدہ تقریر کرنے کی ضرورت نہیں ۔ اگر کبھی لجنہ اماء اللہ کو ایسی ضرورت محسوس ہو تو وہ مضمون پیش کرسکتی ہے اور کہہ سکتی ہے کہ فلاں مضمون کے متعلق عورتوں کے سامنے تقریر کر دی جائے اس صورت میں مَیں اس موضوع کے متعلق عورتوں میں تقریر کرسکتا ہوں ۔ لیکن موجودہ صورت میں چونکہ مردوں میں میری تقریریں ہوتی ہیں وہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ چار سال سے یہاں پہنچ جاتی ہیں اس لئے میرے نزدیک عورتوں کے لئے وہی کافی ہیں سوائے اس کے کہ تم یہ مطالبہ کرو کہ ان چار سالوں

سے پہلے مرد دو تقریریں سنتے آ رہے ہیں اور ہم ایک۔ اب ۲۱ سال تک ہم میں بھی ایک زائد تقریر ہو تا برابر ہو جائیں۔ مگر میں نے ابھی اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا اور نہ اس پر غور کیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے موقع دیا تو میں مزید غور کروں گا اور پھر جو فیصلہ ہوگا اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

اس کے بعد مَیں ان آیات کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جن کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے متعلق بیان فرمایا ہے کہ ان سب کو جنت میں داخل کیا جائے گا ایسی جنت میں جس کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی۔ یہاں سرگودھا، گجرات اور لائلپور کی مستورات آئی ہوئی ہوں گی۔ وہ نئی آبادیوں میں رہنے کی وجہ سے جانتی ہیں کہ نہر کیا ہوتی ہے اور نہر کے کیا کام ہوتے ہیں لیکن وہ نہریں جو جنت میں چلیں گی سرگودھا اور گجرات کی نہروں سے مختلف ہوں گی۔ اِن نہروں کی تو باریاں مقرر ہوتی ہیں اور خواہ کسی کا کھیت سُوکھے یا جلے پانی باری پر ہی ملتا ہے۔ پھر گورنمنٹ کے بعض ملازم شرارتیں کرتے رہتے ہیں اور بعض دفعہ نہریں کاٹ دیتے ہیں جس سے سارا علاقہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح زمیندار اگر نہر کاٹ کر پانی لیں تو سال دو سال کے لئے قید کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ تو دنیا کی نہروں کا حال ہے لیکن اُن نہروں کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ ان باغوں کے ساتھ ہوں گی۔ یعنی وہ جنتیوں کے ہاتھ میں ہوں گی کوئی اور ان کا حاکم اور مالک نہیں ہوگا۔ وہ جس وقت چاہیں گے پانی ان کو مل جائے گا۔ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اور پھر وہ اس میں بستے چلے جائیں گے۔ وہ لوگ جنہوں نے سرگودہا اور لائلپور بسایا وہ آج کہاں ہیں؟ وہ جنہوں نے درخت لگائے بڑی بڑی مصیبتوں کے بعد زمین کی کاشت کی، ہل چلائے اور تکالیف کا مقابلہ کیا ان میں سے کوئی دو سال زندہ رہا، کوئی چار سال زندہ رہا اور آخر ایک ایک کر کے سب فوت ہو گئے۔ وہ اب یہ نہیں جانتے کہ ہماری زمینیں کہاں گئیں اور ہماری اولاد نے کیا پھل کھایا؟ کئی ایسے ہیں جن کی اولادیں آج شرابیں پی رہی ہیں کئی ایسے ہیں جن کی اولادیں آج جوا کھیل رہی ہیں کئی ایسے ہیں جن کی اولادیں آج سینما میں اپنا وقت ضائع کر رہی ہیں گویا ان کی محنتیں اکارت گئیں۔ مگر فرمایا خٰلِدِیْنَ فِیْھَا جنتیوں کی محنتیں ضائع نہیں ہوں گی بلکہ جس نے جو کچھ بویا وہی کچھ کاٹے گا اور پھر کاٹتا ہی چلا جائے گا۔

پھر ایک اور فرق دنیا کی نہروں، باغوں اور زمینوں اور اگلے جہان کی زمینوں، باغوں اور نہروں میں یہ ہے کہ یہاں تو کئی لوگوں کے پاس حرام مال ہوتے ہیں۔ چنانچہ مربعوں میں سے

اکثر جانگلیوں کے تھے جو گورنمنٹ نے زبردستی چھین لئے اور دوسرے لوگوں کو دے دیئے۔ جن کی زمینیں تھیں وہ بُھوکے مر گئے اور دوسرے لوگ عیش و آرام سے رہنے لگے۔

مگر فرمایا بِاِذْنِ رَبِّهَا وہ زمینیں لوگوں کی چھینی ہوئی نہیں ہوں گی بلکہ جائز مال ہوگا جو خدا کی طرف سے ملے گا۔ دنیا میں تو کتنے گھر اس لئے برباد ہو گئے کہ ماں باپ نے محنت سے مال جمع کیا مگر ان کی اولادوں نے لغو باتوں میں اسے ضائع کر دیا۔ مگر وہاں جو کچھ ملے گا خدا کی طرف سے ملے گا اور اس کی برکت قائم رہے گی۔ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ہمارے ملک میں لوگ کہا کرتے ہیں کہ جتنی لڑائیاں ہوتی ہیں وہ زمین، روپیہ یا عورت کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ یہاں بھی چونکہ نہروں اور زمینوں کا ذکر تھا اس لئے قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا جنت میں بھی لڑائیاں ہوں گی؟ اور کیا وہاں جا کر بھی یہی جھگڑا رہے گا کہ ایک جنّتی کہے گا میری پَیلی ہے اور دوسرا کہے گا میری؟ اس لئے فرمایا کہ نہیں ہر آدمی جو جنت میں دوسرے سے ملے گا کہے گا میری طرف سے تم اپنا دل صاف رکھو۔ میری طرف سے تم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور دعا کرے گا کہ تم پر خدا کی طرف سے سلامتی نازل ہو۔

پھر فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِO تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَO

ان آیات کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ جنت میں ایمان لانے والے اور اعمال صالحہ کرنے والے جائیں گے۔ اب کہنے کو تو سارے ہی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور جس کو پوچھو وہ کہتا ہے میں خدا کے فضل سے مسلمان ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محض زبان سے اپنے آپ کو مؤمن کہہ لینے سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو جاتا۔ تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ایمان باللہ اور اعمال صالحہ کی مثال اچھے درخت کی سی ہے جس طرح دنیا میں پھل دار درخت توجہ چاہتے ہیں اور کوئی شجرۂ طیّبہ نہیں پھلتا جب تک کہ اسے پانی نہ ملے اور جب تک اس کی نگرانی نہ کی جائے۔ سوائے جنگلی درختوں کے۔ اسی طرح صرف منہ سے ایمان اور اعمال صالحہ کا دعویٰ کرنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ جنگلی درختوں میں اعلیٰ قسم کے پھل لگے ہوں۔ اعلیٰ قسم کے پھل ہمیشہ اعلیٰ درختوں پر لگتے ہیں اور اعلیٰ درخت انسانی کوشش سے پھل لاتے ہیں۔ پس ایمان اور اعمال صالحہ کی مثال شجرۂ طیّبہ یعنی اعلیٰ قسم کے درختوں کی سے ہے جنگلی درختوں کی نہیں۔ اور یہ شجرۂ طیّبہ اعمال

کے پانی کے بغیر پھل نہیں دیتا۔ جس طرح درخت بونے کے بعد اگر اسے پانی نہ دیا جائے تو وہ خراب ہو جاتا ہے لیکن اگر اسے پانی ملتا رہے تو وہ عمدہ پھل دیتا ہے اور اس کی عمر بھی لمبی ہوتی ہے۔ اسی طرح خالی ایمان پر خوش نہ ہو جاؤ بلکہ سمجھ لو کہ شجرۂ طیّبہ پانی چاہتا ہے جب تک اسے اعمالِ صالحہ کا پانی نہ ملے گا وہ شجرۂ طیّبہ نہ بن سکے گا۔

پس صرف کلمہ پڑھ کر تمہیں خوش نہیں ہو جانا چاہئے۔ جب تک تم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے درخت کو اعمالِ صالحہ کا پانی نہ دو گی تمہارا درخت پھل نہیں لائے گا بلکہ خشک ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح درخت کئی قسم کے ہوتے ہیں اسی طرح لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ کوئی اچھے ہوتے ہیں اور کوئی سڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ قرآن شریف میں سڑے ہوئے کلمہ کی مثال اس طرح دی گئی ہے کہ اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَ اللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَo [۲]

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تیرے پاس منافق آتے ہیں اور کہتے ہیں نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ کہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ خدا موجود ہے اور تُو اس کا رسول ہے مگر اس پر بجائے اس کے کہ خدا خوش ہو کہ آخر انہوں نے صداقت کا اقرار کر لیا، فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تُو اللہ کا رسول ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ تُو اللہ کا رسول ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کہے اور وہ نہ کہیں تو جھوٹ ہو۔ مگر جب انہوں نے بھی کہہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی گواہی دیدی کہ تُو ہمارا رسول ہے تو پھر کہنا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ بڑے سچے ہیں کہ انہوں نے وہ بات کہی جو خدا نے کہی۔ مگر فرماتا ہے یہ منافق بڑے جھوٹے ہیں۔ باوجود اس کے کہ تُو اللہ کا رسول ہے اور باوجود اس کے کہ انہوں نے کہا کہ تُو اس کا رسول ہے پھر بھی وہ جھوٹے ہیں اور ان کا کلمہ، کلمہ طیّبہ نہیں بلکہ کلمہ خبیثہ ہے۔ کیونکہ وہ دل سے نہیں کہہ رہے بلکہ منافقت سے کہہ رہے ہیں۔ پھر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو گو سچے دل سے ایمان لاتے ہیں مگر ان کا ایمان ناقص ہوتا ہے۔ ان کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کوئی شخص آم تو بوئے مگر اُسے پانی نہ دے اور نہ اس کی نگرانی کرے نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ہوگا تو آم ہی مگر پھل ناقص دے گا، کھٹّا دے گا اور تھوڑا دے گا۔ ایسے درخت کے آموں کو گدھے بھی سُونگھ کر پھینک دیتے ہیں اور جب بازار میں جاتے ہیں تو ردّی کی ٹوکری میں پڑے رہتے ہیں اور کوئی ان کو نہیں خریدتا۔ اس کے مقابلہ میں اعلیٰ قسم کے آموں کو کاغذ کا لباس پہنایا جاتا ہے اور اوپر لکھا جاتا ہے کہ فلاں قسم کا آم۔ اور رئیسوں کے آرڈر پر آرڈر آتے

ہیں اور بڑے بڑے امیر ان کو خرید تے ہیں۔ مگر ناقص آم میلی اور گندی ٹوکری میں پڑے ہوتے ہیں اور پیسے پیسے وٹّی پیسے پیسے وٹّی [۳] کہہ کر دُکاندار آواز دے رہا ہوتا ہے اور پھر بھی انہیں کوئی نہیں خریدتا۔ پھر ایک آم ایسا ہوتا ہے کہ پاس سے گزرنے پر سر سے لے کر پیر تک اس کی خوشبو برقی رَو کی طرح اثر کر جاتی ہے۔ اور ایک آم ایسا ہوتا ہے کہ اسے دیکھنے تک کو جی نہیں چاہتا۔ یہی حال دوسرے پھلوں کا ہے۔ ایک وقت خربوزے روپے روپے وٹّی تک بِکتے ہیں اور دوسرے وقت ان میں کیڑے پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو فرمایا تم ہمیشہ کلمہ کلمہ پکارتے ہو تمہیں سوچنا چاہئے کہ کیا کلمہ پڑھتے ہو؟ کلمہ طیّبہ تو ابوبکرؓ بھی پڑھتا تھا، عمرؓ بھی پڑھتا تھا، عثمانؓ بھی پڑھتا تھا، علیؓ بھی پڑھتا تھا۔ اگر تم کہو کہ تم بھی وہی کلمہ پڑھتے ہو جو ابوبکرؓ اور عمرؓ پڑھتے تھے تو یہ درست نہیں کیونکہ ان کا کلمہ کلمہ طیّبہ تھا۔ اور طیّبہ کے معنے عربی زبان میں خوش شکل، خوشبودار، لذیذ اور شیریں کے ہیں۔ طیّبہ کے اور بھی معنے ہیں لیکن یہ چاروں معنے خاص طور پر طیّب میں پائے جاتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جو چیز خوش شکل ہو خوشبودار بھی ہو۔ انسانوں میں کئی ایسے ہوتے ہیں جن کی شکل اچھی ہوتی ہے مگر انہیں بغل گند ہوتا ہے اور کئی لوگوں سے بدبُو تو نہیں آتی مگر شکل دیکھ کر کراہت آتی ہے، پھر کئی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو کوئی بیماری تو نہیں ہوتی مگر وہ جاہل اور اُجڈ ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو خوبصورت بھی ہوتے ہیں، خوشبو بھی اُن میں سے آتی ہے، عالم بھی ہوتے ہیں مگر شیریں نہیں ہوتے یعنی اُن کی باتوں میں مزہ نہیں آتا۔ پس طیّب وہ ہے جس میں یہ چاروں باتیں پائی جائیں یعنی خوش شکل بھی ہو، خوشبودار بھی ہو، خوش ذائقہ بھی ہو، اور شیریں بھی ہو۔

پس کلمہ طیّبہ پر ایمان لانے والے کو سوچنا چاہئے کہ کیا اس میں یہ چاروں باتیں پائی جاتی ہیں۔ طیّبہ کے پہلے معنے خوش شکل کے ہیں۔ اب تم سوچو کہ کیا تمہارا ایمان خوش شکل ہے؟ تم منہ سے تو کہتی ہو کہ ہم احمدی ہیں مگر کیا ظاہر میں بھی تمہاری شکل احمدیوں والی ہے؟ کیا اگر آم کی شکل بیر جیسی ہو تو لوگ اسے پسند کریں گے؟ اسی طرح جب تک تمہاری نمازیں احمدیوں والی نہ ہوں، تمہارے روزے احمدیوں والے نہ ہوں، تمہاری زکوٰۃ احمدیوں والی نہ ہو، تمہارا حج احمدیوں والا نہ ہو تم کس طرح کہہ سکتی ہو کہ ہم نے کلمہ طیّبہ پڑھ لیا۔ کتنا ہی اچھا آم ہو لیکن اگر وہ داغدار ہو یا پچکا ہؤا ہو تو لوگ اسے نہیں خریدتے۔ اسی طرح اگر تم صرف اِس بات پر خوش ہو جاؤ کہ ہم نے کلمہ طیّبہ کہہ لیا تو ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہماری زکوٰۃ، ہمارا حج اور ہمارے صدقے خود بخود اچھے ہو جائیں گے تو یہ درست نہیں۔ جس طرح داغدار آم کو کوئی شخص نہیں خریدتا اسی طرح

تمہاری نمازیں اور تمہارے روزے بھی قبول نہیں ہو سکتے۔ صرف اسی صورت میں یہ عبادتیں قبول ہوسکتی ہیں جب وہ انہیں شرائط کے ساتھ ادا کی جائیں جن شرائط کے ساتھ ادا کرنے کا اسلام نے حکم دیا ہے۔

دوسری چیز کلمہ کا خوشبودار ہونا ہے۔ جو چیز انسان خریدتا ہے اس کے متعلق یہ بھی دیکھ لیتا ہے کہ آیا اس کی خوشبو اچھی ہے یا نہیں۔ خربوزے ہوں تو ان کی خوشبو سُونگھتا ہے اور چاہتا ہے کہ خربوزوں سے اچھی خوشبو آئے۔ یہی حال باقی پھلوں کا ہے۔ آم جتنا اچھا ہوگا اتنی ہی اس کی خوشبو اچھی ہوگی۔ اسی طرح سیب، انار، انگور اور کیلا وغیرہ کی لوگ شکل بھی دیکھتے ہیں اور ساتھ ہی خوشبو بھی سونگھتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم ایمان لائے ہو تو تمہارے ایمان کے اندر خوشبو بھی ہونی چاہیئے۔ یعنی تمہارے اِرد گِرد کے ہمسائے تمہیں دیکھیں تو تمہاری نیکیوں کی خوشبو اُن کو آجائے اور وہ کہہ اُٹھیں کہ واقعی یہ مذہب اچھا ہے۔ پہلے تو لوگ شکل دیکھیں گے کہ تمہاری نمازیں مسلمانوں والی ہیں یا نہیں۔ فرض کرو ایک عورت احمدی کہلاتی ہے مگر نماز نہیں پڑھتی تو اس کی ہمسایہ عورت کو یقین ہو جائے گا کہ ہمارا مولوی ٹھیک کہتا تھا کہ احمدی جماعت کی عورتیں نماز نہیں پڑھتیں یا احمدی نماز کو جائز نہیں سمجھتے۔ کیونکہ غیر احمدی مولویوں نے ان کو یہی بتایا ہوتا ہے کہ احمدیوں کا نماز روزہ الگ ہے۔ پس ایک غیر احمدی عورت نماز چھوڑ کر صرف اپنے لئے دوزخ مول لیتی ہے لیکن ایک احمدی عورت نماز نہ پڑھ کر صرف اپنے لئے نہیں بلکہ ان دوسری پچاس عورتوں کے لئے بھی دوزخ مول لیتی ہے جو اُس کو دیکھتی ہیں۔ تو فرمایا تم شجرۂ طیّبہ بنو۔ تم وہ درخت بنو جو نہ صرف خوش شکل ہو بلکہ خوشبودار بھی ہو۔ تم جس محلّہ میں جاؤ وہاں نمازیں پڑھو، صدقات دو، خیرات کرو اور اس قدر نیکیوں میں حصہ لو کہ سب کہیں کہ معلوم نہیں کون آ گئی ہے جو اس قدر نمازیں پڑھتی اور خیرات کرتی ہے۔ پھر جب وہ تمہارے پاس آئیں گی تو تم دیکھو گی کہ وہ اپنے مولوی کو وہاں سے سینکڑوں گالیاں دیتی ہوئی اُٹھیں گی۔ کیونکہ تمہاری خوشبو اُن کو احمدیت کے چمن کی طرف کھینچ رہی ہوگی۔ پس چاہیئے کہ تمہاری نمازیں ایسی خوشبودار ہوں، صدقہ و خیرات ایسا خوشبودار ہو کہ خود بخود دوسرے لوگ متاثر ہوتے چلے جائیں۔ جب تمہارے اندر یہ خوشبو پیدا ہو جائے گی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ بھاگ بھاگ کر تمہاری طرف آئیں گے اور تم لوگوں کو احمدیت کی طرف کھینچنے کا ذریعہ بن جاؤ گی۔

طیّبہ کے تیسرے معنے خوش ذائقہ کے ہیں یعنی ایسی چیز جس کا مزا اچھا ہو اور انسان کی

زبان اس سے حلاوت محسوس کرے۔ یہ چیز بھی ایسی ہے جس کا مؤمن میں پایا جانا ضروری ہے۔ فرض کرو ایک عورت نمازیں بھی پڑھتی ہے، روزے بھی رکھتی ہے مگر اس کے ساتھ ہی صبح شام غیبت میں مشغول رہتی اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہتی ہے کہ فلاں نے یوں کیا اور فلاں نے یوں کیا تو اِس سے اُس کی نیکی کا اثر زائل ہو جائے گا۔ یہ باتیں ایسی ہی گندی ہیں جیسے بعض عورتیں مٹی کھانے لگ جاتی ہیں بے شک یہ باتیں ہیں مگر ایسی جن کی کوئی قیمت نہیں۔ نہ سننے والے کو کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ سنانے والے کو۔ لیکن اگر وہ اس قسم کی باتیں کرے کہ اے بہن! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یُوں فرمایا ہے۔ اے بہن! خدا کا یہ حکم ہے، نماز کے متعلق یہ حکم ہے، روزوں کے یہ احکام ہیں تو سننے والے اس کا اثر محسوس کریں گے اور انہیں اس کی باتوں میں لذّت آئے گی۔

پس پہلی بات تو یہ ہے کہ دین پر عمل کرو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اتنا اچھا عمل کرو کہ لوگوں میں شُہرت ہو جائے۔ تیسرا یہ کہ ایسی باتیں کرو جن سے لوگ فائدہ اُٹھائیں۔

پھر طیّبہ کے چوتھے معنے شیریں کے ہیں یعنی تمہاری باتیں ایسی ہوں جو نہ صرف لوگوں کو فائدہ بخشیں بلکہ علمی بھی ہوں اور صرف دماغ سے تعلق نہ رکھتی ہوں بلکہ ایسی شیریں باتیں ہوں جو دل سے تعلق رکھیں اور جن سے حلاوتِ ایمان نصیب ہو۔ عقلی باتوں سے لذّت تو آتی ہے لیکن حلاوت نصیب نہیں ہوتی۔ شاعر کتنے اچھے شعر کہتے ہیں لیکن وہ میٹھے نہیں ہوتے۔ پھر ایک شخص خدا کی باتیں سناتا ہے اور نہایت فصیح و بلیغ طریق پر الفاظ لاتا ہے اُس کی باتیں بھی لذیذ ہوتی ہیں لیکن شیریں نہیں ہوتیں۔ اس کے مقابلہ میں ایک اور شخص ہوتا ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے جن میں گو لفاظی نہیں ہوتی مگر ان باتوں سے دلوں پر اثر ہوتا اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے اس کی باتیں شیریں کہلائیں گی کیونکہ وہ دلوں پر اثر کرنے والی ہوں گی۔

یہ چار باتیں ہیں جن کا مؤمن کے اندر پایا جانا ضروری ہے۔ اگر تم ایسی بن جاؤ تو تم جنت کی وارث بن سکتی ہو۔ جنت کیا ہے؟ جنت کے درخت مؤمن ہیں اور جنت کی نہریں مؤمنوں کے اعمال۔ جب یہ سارے وہاں اکٹھے ہو جائیں گے تو سب لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیں گے۔

اس دنیا اور اگلے جہاں میں یہ فرق ہے کہ یہاں مؤمن چُھپے ہوئے ہیں مگر اگلے جہان میں ان سب کو اکٹھا کر دیا جائے گا تب دنیا حیران رہ جائے گی کہ واہ واہ کیسے شاندار لوگ ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب، حضرت خواجہ قطب الدین صاحب،

حضرت خواجہ نظام الدین صاحب، حضرت سید احمد صاحب بریلوی اور دوسرے ہزاروں بزرگ جو امت محمدیہ میں گزرے ہیں جب یہ سارے وہاں اکٹھے ہو جائیں گے تو لوگ ان کو دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔ دنیا میں تو الگ الگ درخت تھے لیکن وہاں میٹھے پھلوں والے باغات کی صورت میں دکھائی دیں گے اور ان کے اعمال اور ایمان کو دیکھ کر لوگ کہہ اٹھیں گے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جنت نہیں۔ جس گاؤں میں جھوٹ بول کر لوگ فتنہ ڈلواتے ہوں، لوگوں کا مال ظُلماً چھین لیتے ہوں، بھوکے کا خیال نہ کرتے ہوں اور ڈاکے ڈالتے ہوں اُس کو کیسے جنت کہہ سکتے ہیں؟ اس کے مقابلہ میں اگلے جہان کی سب سے بڑی جنت یہ ہے کہ اس میں تمام نیکوں کو اکٹھا کر دیا جائے گا اور بدوں کو الگ کر دیا جائے گا۔ نماز پڑھنے والی عورتیں اور نماز پڑھنے والے مرد، سچ بولنے والی عورتیں اور سچ بولنے والے مرد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والی عورتیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے مرد، قرآن کریم پر ایمان لانے والی عورتیں اور قرآن کریم پر ایمان لانے والے مرد، پہلے نبیوں پر ایمان لانے والی عورتیں اور پہلے نبیوں پر ایمان لانے والے مرد، لوگوں کی خدمت کرنے والی عورتیں اور لوگوں کی خدمت کرنے والے مرد، جھوٹ، فریب اور جھگڑے سے بچنے والی عورتیں اور جھوٹ، فریب اور جھگڑے سے بچنے والے مرد جس جگہ جمع ہوں گے وہاں رہنے کو کس کا دل نہ چاہے گا۔ بے شک وہاں باغ بھی ہوں گے لیکن اصل مطلب یہی ہے کہ وہ ایسی جگہ ہوگی جہاں تمام نیک لوگ جمع ہوں گے۔

پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ کلمہ تو تمہیں پڑھا دیا گیا ہے اب اس کو طیّبہ بنانا تمہارے اختیار میں ہے۔ لوگ بڑے بڑے نام رکھتے ہیں لیکن نام سے کچھ نہیں بنتا۔ اسی طرح صرف کلمہ پڑھنے سے عزت نہیں ملتی بلکہ کلمہ طیّبہ سے ملتی ہے۔ جب یہ دونوں چیزیں مل جائیں تو پھر مؤمن جنت کا درخت بن جاتا ہے۔ پس جب تک تم کلمہ طیّبہ نہ بنو گی جنت کا درخت نہیں بن سکو گی۔ قرآن کریم نے تمہارے سامنے ایک موٹی مثال درخت کی پیش کی ہے۔ وہ تم کو چاند یا سورج کی طرف نہیں لے گیا، اس نے سکندر یا ارسطو کی کوئی مثال پیش نہیں کی، اُس نے الجبرے کا کوئی سوال نہیں ڈالا، اس نے تم کو کسی عمارت کے گنبدوں کی طرف نہیں لے جانا چاہا بلکہ خدا نے وہ بات کہی ہے جو تم میں سے ہر ایک نے دیکھی اور جس کو بچہ بچہ جانتا ہے۔ خدا نے کہا ہے کہ ہم تم کو پہاڑ اور دریا کی طرف نہیں لے جاتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ کبھی تم نے درخت کو دیکھا ہے یا نہیں؟ جس طرح درخت کو پانی دیا جاتا ہے اسی طرح تم اپنے ایمان کو عمل کا پانی دو۔ اپنے اندر اچھی

باتیں پیدا کرو۔ جب تم ایسا کرو گی تو تم جنت کا درخت بن جاؤ گی ۔ پھر جس طرح اچھے درخت پر اچھی شکل اور اچھی خوشبو کے لذیذ اور شیریں پھل پیدا ہوتے ہیں اسی طرح تم اپنے ایمان کو خوش شکل، خوشبودار، لذیذ اور شیریں بناؤ۔ جب تم ایسا درخت بن جاؤ گی تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے تم جہاں بھی ہوگی وہاں سے اُٹھا کر تمہیں اللہ تعالیٰ کی جنت میں لے جائیں گے کیونکہ خدا تعالیٰ کہے گا کہ ان درختوں کے بغیر میرا باغ مکمل نہیں ہوسکتا۔

لوگ اپنے باغوں کے سجانے کے لئے دُور دُور سے درخت منگواتے ہیں تا کہ ان کا باغ خوبصورت معلوم ہو اسی طرح خدا تعالیٰ کے فرشتے ہر جگہ کے نیک لوگوں کو جنت میں لائیں گے تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے باغ میں فلاں درخت نہیں۔

یہ کیا ہی اچھا سَودا ہے جو مؤمن اپنے رب سے کرتا ہے مگر افسوس کہ لوگوں کو اس سَودے کی طرف بہت کم توجہ ہے۔

اب میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تم کو توفیق دے کہ تم اپنے آپ کو جنت کا پودا بناؤ۔ اپنے کلمہ کو کلمہ طیّبہ بناؤ اور اس کے فضل سے شجرۂ طیّبہ کی مانند بن جاؤ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (مصباح فروری ۱۹۴۲ء)

---

[۱] ابرٰھیم: ۲۴ تا ۲۶ [۲] المنافقون: ۲

[۳] وٹّی: دوسیر کا باٹ